کشور ناہید: توانا نسائی آواز

تلبیہ یونس
ڈاکٹر عظمت رباب

Abstract:

Kishwar Naheed is a prominent name in Urdu feminist poetry. She has also reflected social issues in her poems; however, her representative poems are those in which she has raised her voice for women's rights. Her pen is very sharp against the oppression and injustice faced by women. She raises her voice against the physical and mental violence faced by women through her poetry. She has a powerful voice for the psychological, political and social problems of women. She has described the lust, violence and exploitation of men in her poems. In this article, KishwarNaheed's feminist poetry has been made a special topic and KishwarNaheed's point of view has been explained by giving examples of poems in this regard.

Keywords: Kishwar Naheed, Urdu feminist, women's rights, mental violence, exploitation

کشور ناہید ۱۸ جون ۱۹۴۰ء کو بلند شہر (بھارت) میں پیدا ہوئیں۔ اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہو کر کئی عہدوں پر متمکن رہیں۔ وہ محکمہ اطلاعات و نشریات کے ادبی مجلّہ "ماہ نور" کی چیف ایڈیٹر بھی رہیں۔ کشور ناہید ایک وسیع المطالعہ خاتون ہیں جو جدید علوم، عالمی رجحانات، دنیا بھر میں عورت کے ادب اور حالات و تحاریک سے واقف ہیں۔ کشور ناہید اپنی ذات اور شعور کو کسی پردے یا نقاب میں چھپانے کی قائل نہیں ہیں۔ کشور ناہید عالمی سطح پر تانیثیت پر چلنے والی تحریک سے بھی متاثر ہیں۔ وہ مشرقی عورت کی ناآسودگی، مصلحت کوشی اور یاس پرستی سے صرف نالاں نہیں بلکہ اپنی نظموں میں تبدیلی کی بھی خواہش مند دکھائی دیتی ہیں۔

ان کی نظموں میں مشرقی یا عالمی دونوں سطح پر عورت کی تذلیل کے خلاف احتجاج ملتا ہے۔ وہ ہر اُس رویے کی مزاحمت کرتی ہیں جس میں عورت کا درجہ ثانوی کر دیا جاتا ہے۔ کشور ناہید کی نظموں میں سیاسی و سماجی شعور کے حوالے سے بے شمار موضوعات ملتے ہیں۔ انھوں نے عورت ہونے سے زیادہ انسانیت کو فروغ دیا ہے۔ کشور ناہید پہلی خاتون ہیں جنھوں نے شاعری میں باغی عورت کی آواز بلند کی۔ کشور ناہید اپنی نظموں میں عورت کے حقوق کی بات کرتی ہیں جو عورت سماج کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی خاموشی سے سماج کے ظالمانہ رویے کو ہوا دے رہی تھی، کشور ناہید اُس عورت کے ساتھ کھڑی ہونا جانتی ہیں۔ انہوں نے ایک عام متوسط طبقے کی عورت کی اپنی نظموں میں عکاسی کی ہے۔ کشور ناہید کو مظلوم عورت پسند نہیں ہے وہ عورت کو بہادر بنانا چاہتی ہیں تاکہ وہ معاشرے میں سر اُٹھا کر چل سکے، نا کہ سر جھکا کر چلے کیونکہ یہ معاشرہ عورت کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتا ہے اور عورت پتھر کی مورت کی طرح سب کچھ سہتی چلی جاتی ہے۔

یہ سماج عورت کو مرد سے کمتر، کم عقل اور مرد کا غلام سمجھتا ہے، کشور اس رویے کے خلاف احتجاج کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ عورت اور مرد کی نفسیات کی کئی گرہیں کھولتی نظر آتی ہیں۔ وہ اپنی نظموں میں دوشیزہ کے جذبات کی ترجمانی سے اپنی شاعری کی ابتدا

کرنے کے بعد بتدریج اپنے معاشرے اور عالمی معاشرے میں عورت کے حقوق کے لیے کوشاں ہوتی ہیں۔ اس لیے کشور ناہید کی نظموں میں پاکستانی عورت کی بدلتی ہوئی شخصیت اور شعور کے لحاظ سے بے شمار پہلو سامنے آتے ہیں۔ کشور ناہید سماج کے اس رویے کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں کہ اس سماج میں ہر طرح کی برائیاں دن بدن پھیلتی چلی جارہی ہیں۔ ہمارے حکمران اپنی آنکھیں اور کان بند کیے ہوئے ہیں۔ اس سماج میں ہر طرح کی زیادتی، بداخلاقی اور بدسلوکی ایک وبائی کی طرح پھیل رہی ہے ہمارے ملک کے افسران ہر طرح سے بدحالی کی طرف جارہے ہیں۔ یہ حکومت خاموشی سے سارا تماشا دیکھتی ہے لیکن جب عورت اپنے حق کے لیے آواز بلند کرتی ہے تو یہ حکمران عورت کے خلاف ہو جاتے ہیں یہ معاشرہ عورت کے خلاف ہے عورت سے نفرت کرتا ہے یعنی اپنی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی سے نفرت کرتا ہے۔

"اے میری قوم! میری بیٹی سن!"

"انہیں عورت سے نفرت ہے
گویا انہیں اپنی ماں اور اپنی بیٹی سے نفرت ہے
وہ عورت کی ہر شکل میں شہوت دیکھتے ہیں
اور یوں اپنے خوابوں کو آراستہ کرتے ہیں
دنیا پہ کوئی مصیبت آجائے
وہ نہیں بولیں گے
سارے ملک کے سارے افسر
راشی، شرابی اور بدکردار ہو جائیں
وہ نہیں بولیں گے
ہر ہر قدم پہ گلے کاٹے جائیں
لوگ خریدے اور بیچے جائیں
وہ نہیں بولیں گے
ہاں کوئی عورت، ہاتھ میں علم لے کے نکلے
فوراً بولیں گے "(۱)

کشور ناہید عورت کے داخلی جذبات و احساسات کو شدت سے محسوس کرتی ہیں۔ عورت پیدائش سے لے کر اپنی موت تک اپنی عزت کی حفاظت کرتی ہے یہ سماج عورت کی پیدائش کو نحوست قرار دیتا ہے۔ یہ سماج عورت کو ایک فرد سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ سماج صرف مرد کو فرد سمجھتا ہے۔ کشور ناہید عورت کا دکھ دیکھ کر خون کے آنسو روتی ہیں کہ یہ کائنات ایک عورت سے جلتی ہے لیکن اُس کی ذات کو ایک خاص فرد سمجھنے سے انکار کیا جاتا ہے۔

"اپنی پیدائش سے پہلے کی دعا"

"میری پیدائش سے پہلے، میرا کہا مانو
جو شخص خود کو خدا سمجھتا ہو

اور جو شخص وحشی اور ظالم ہو
اُسے میرے قریب مت آنے دینا"(۲)

کشور ناہید ورکنگ وویمن (working woman) کی زندگی پر روشنی ڈالتی نظر اتی ہیں کہ ایک عورت جب گھر اور گھر سے باہر کام کرتی ہے تو اُس کو بے شمار مشکلات درپیش ہوتی ہیں لیکن پھر بھی وہ ہمت اور حوصلے کے ساتھ اپنی تمام تر ذمہ داریاں نبھاتی ہیں لیکن پھر بھی یہ سماج عورت پر طنز کرتا نظر آتا ہے۔ یہ سماج عورت کو مشین بنا کر رکھ دیتا ہے۔ یہ سماج عورت کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہمارے سماج میں ورکنگ وویمن کی زندگی ایک گھریلو عورت کی زندگی کی نسبت مشکل ہے۔ ورکنگ وویمن اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ بچوں کو پیدا کرنے اور پالنے کی ذمہ داری بھی بخوبی نبھاتی ہے لیکن پھر بھی یہ سماج عورت ہی پر بوجھ ڈالتا چلا جاتا ہے۔ کوئی مرد عورت کا احساس نہیں کرتا ہے کہ وہ گھر اور گھر سے باہر کام کرتی ہے تو گھر کو سنوارنے کے لیے اور مرد کا ساتھ دینے کے لیے وہ یہ سب کچھ کرتی ہے۔ آج کا مرد خود غرض ہو چکا ہے۔ ہمارے سماج میں مرد کی تربیت نہیں کی جارہی ہے۔ مرد کو صرف عورت پر حکومت کرنا سکھایا جارہا ہے۔

"سوچ کی دھارا"

"میں اپنا Resume بنا رہی تھی
لکھ ڈالیں ساری ڈگریاں
جھوٹی، سچی
ساری نوکریاں لکھیں
کبھی OSD کبھی گھر بیٹھنے کے
آمرانہ احکامات
یوں ترقیوں اور تنزلیوں کو
بے غیرت بن کر برداشت کرنا
پھر بھی ڈھیٹ بن کر شاعری
کرتے رہنے کو قابلِ عزت جانا
تینوں مارشل لاؤں کے دور میں
ذلت آمیز Explanations
گھر اور دفتر۔۔ دونوں جگہ
خاموش رہنے کا حکم
موضوع بدلتے ہوئے
یاد آئے، دنیا بھر کے تراجم
میری نظموں کے تراجم اور حوالے
یہ سب لکھنے کے بعد

جب ایک نظر دوڑائی
تو احساس ہوا
کہ میں نے نوکری کرتے ہوئے
بچوں کو بھی تو پالا تھا
میں نے اپنا Resume
واٹس ایپ پر
بہت سی ورکنگ وویمن
کو بھیج دیا
سب نے جواب دیا
یہ نظم تو میری ہے"(۳)

ڈاکٹر عنبرین منیر اس حوالے سے لکھتی ہیں:

"کشور اپنی ذات اور شعور کو کسی پردے یا نقاب میں چھپانے کی قائل نہیں۔ وہ تانیثیت کی عالمی سطح پر چلنے والی تحریک سے بھی متاثر ہیں اور وہ مشرقی عورت کی ناآسودگی، مصلحت کوشی اور پاس پرستی سے صرف نالاں نہیں بلکہ اس شعار زندگی میں تبدیلی کی خواہاں ہیں۔ اس لیے ان کی نظموں میں مشرقی یا عالمی دونوں سطح پر عورتوں کی تذلیل اور تمیز کے خلاف احتجاج ملتا ہے۔"(۴)

کشور ناہید ہمارے سماج کی سوچ پر طعنہ زن ہیں کہ ہمارے سماج میں عورت جب تک مرد کے ساتھ ہو تو اُن کو عزت دی جاتی ہے۔ عورت اگر اس سماج میں اکیلی اپنی خواہشات پوری کرتی ہے تو مردوں کا یہ معاشرہ عورت کو زندہ مار دیتا ہے۔ یہاں اگر عورت اپنی مرضی سے اپنی شادی کا اعلان کرتی ہے تو عورت کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ کشور ناہید عورت کے جذبات اور بے بسی کو اندر سے محسوس کرتی نظر آتی ہیں۔

"سرگوشیاں"

"عورتیں اور مرد ایک دوسرے کا لباس ہیں
ہاں صرف بیڈ روم میں
اچھا تو زنخے کس صف میں کھڑے ہوتے ہیں
جب سے ناچنے والیوں کو گولی
ماردی گئی ہے
گولی ان کو بھی ماری جاتی ہے
پھر بھی ڈیروں پر مجرا کرتے ہیں
اچھا یہ بتاؤ

یہاں دو مرد، دو عورتیں
آپس میں شادی کا اعلان کرتے ہیں
پاکستان میں کفر پھیلانے کی اجازت نہیں ہے
بس خاموش ہو جاؤ"(۵)

احمد پراچہ لکھتے ہیں:

"کشور ناہید اُردو نظم کی ایک معتبر شاعرہ کی حیثیت سے ایک جد گانہ شناخت رکھتی ہے اس نے جو شعری رُوپ اختیار کیا ہے بلا مبالغہ وہ منفرد اور عصری تقاضوں کا آئینہ دار ہے اور عہد موجود کے شعراء سے مختلف بھی ہے وہ نئی شاعری کی تحریک میں اہم رکن کی حیثیت سے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہے چنانچہ کشور ناہید کو ایک رجحان ساز شاعرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ کشور ناہید اپنی بیشتر نظموں میں عورت کی خواہشات اور مسائل کو موضوع بناتی ہیں اُس نے عورت کو بڑے کینوس میں دیکھا ہے۔"(۶)

کشور ناہید قبائلی علاقے پر جب نظر ڈالتی ہیں تو اُن کو وہاں کے سماج کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ وہاں کے مرد عورت کو اپنی مرضی سے سانس نہیں لینے دیتے ہیں۔ عورت اپنی مرضی سے اپنی زندگی نہیں جی سکتی ہے۔ قبائلی علاقے میں جب کوئی عورت کسی مرد سے کچھ سیکھ رہی ہو تب بھی سماج کے مرد اس بات پر مزاحمت کرتے نظر آتے ہیں۔ شاعرہ اس سوچ پر افسوس کا اظہار کرتی نظر آتی ہیں کہ یہ سماج عورت اور مرد کو ساتھ میں دیکھ کر ایک ہی طرح کی سوچ ذہن میں لے کر آتا ہے۔

"وزیرستان کی بیٹیاں"

"اپنے کچے گھر میں
ہم دو بہنیں آن لائن پروگرام
بنانے سیکھ رہی تھیں
کیمرہ ہمارے ہاتھ میں تھا
بھائی تو صرف اشاروں سے
ہمیں سکھا رہا تھا
اس نے تو ہمیں ہاتھ بھی نہیں
لگایا تھا
ہم تو گلی میں بھی نہیں نکلے تھے
ہماری آوازیں سن کر
کسی نے اندر جھانکا
ہمارا صحن خون سے بھر گیا
یہ کوئی پہلی بار نہیں ہوا تھا

پہلے کوہستان میں لڑکیاں
شادی پہ صرف تالی بجارہی تھیں
وہ بھی ایسے ہی انجام کو پہنچادی گئی تھیں
عدالتوں سے ظلم کا حساب لینے کے لیے
بڑا زور لگایا
ویف کی عورتیں اس گاؤں میں بھی
گئی
انجام کیا ہوا
ایک بھائی بچا تھا
وہ بھی مار دیا گیا"(۷)

کشور ناہید نئی عورت یعنی نئے زمانے کی عورت سے مخاطب نظر آتی ہیں کہ آج کی عورت شکست کو تسلیم نہیں کرتی ہے جب عورت بیوی کے رشتے میں آتی ہے تو مرد عورت کو ہر طرح سے اذیت دیتا ہے۔ مرد عورت پر اپنا پورا کنٹرول چاہتا ہے۔ مرد عورت کو انسان کے علاوہ سب کچھ سمجھتا ہے عورت کی زندگی کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی ہے عورت آج کے مرد کو معاف نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی اُس انسان کو بھولتی ہے۔ عورت ہر طرح سے اپنی ذات کو اذیت میں رکھتی ہے۔ کشور ناہید عورت کی آزادی پر زور دیتی ہیں کہ عورت کو اپنی آزادی کو خوشی سے گزارنا چاہیے۔

"بازگشت"

"فتح تمھارا مقدر نہیں
اور شکست کو تم تسلیم نہیں کرتی ہو
فیش اپیل صابن کے ریپر کی طرح
شبِ عروسی تمھارا چمکدار لبادہ اُترتا ہے
اور پھر گھلتے رہنے کی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے
جس طرح پیاز چھیلتے ہوئے
آنکھوں سے پانی بہتا ہے
اُسی طرح مرد کی شخصیت کے پرت اُتارے ہوئے
تم آنکھیں پونچھتے پونچھتے
شکستہ جہاز کی طرح خود کو لنگر انداز کرنے کی کوشش میں
بے حال ہو جاتی ہو
تم کیسی نئی عورت ہو
نہ بھولتی ہو نہ معاف کرتی ہو

دن گزرنے سے پہلے اس کا اختتامی نوحہ اچھا نہیں ہوتا ہے "(۸)

انیس ناگی کشور ناہید کی شاعری کے اس پہلو پر یوں رقم طراز ہیں:

"کشور ناہید پاکستانی ادب کے سناریو میں اپنی ماورائے ادب سرگرمیوں کی وجہ سے کافی مشہور ہیں۔ وہ کراسسُس کے لمحات میں آگے آگے ہوتی ہیں۔ عورتوں کی آزادی کی چیمپین ہیں۔"(۹)

کشور ناہید سماج کی ایک تلخ حقیقت سے پردہ اُٹھاتی ہیں کہ عورت ہمیشہ سے مختلف رشتوں میں بٹی ہوتی ہے کبھی عورت بہن، بیوی اور ماں ہوتی ہے تو وہ ان تمام رشتوں کا پاس رکھتی ہے عورت ہی ہر رشتے کی قربانی دیتی نظر آتی ہے۔ جب عورت بہن ہوتی ہے تو بھائی کے ہر حکم کی تکمیل کرتی ہے پھر جب بیوی کے رشتہ میں آتی ہے تو شوہر ہر طرح سے عورت پر حکومت کرتا ہے اور جب ماں جیسے رشتے میں ممتا نبھاتی ہے تو اپنے سارے ارمانوں کا قتل خود اپنے ہاتھوں سے کر دیتی ہے۔

"جاروب کش"

"پتھروں کی سیوا کے برابر ہے
بہن، بیوی اور ماں کے رشتوں
کی خاطر جینے والی
تم اپنے لیے بھی تو جیو!
تم کیوں آٹھ سال چھوٹے بھائی
کے غصے بھرے حکم کو مان کر
تم کیوں پینتیس برس کی عمر کی ہو کر
خود کو سنوارنا بند کر دیتی ہو
کہ تمھیں اپنے شوہر کے زہر میں بجھے
فقروں سے طلاق کی بُو آتی ہے "ج(۱۰)

ڈاکٹر سیدہ نسیم سلطانی لکھتی ہیں:

"شاعرہ وعدہ چاہتی ہیں کہ وحشی اور ظالم شخص کو اس کے قریب نہ آنے دیا جائے جس کے نزدیک عورت کا وجود بے معنی ہے۔ چنانچہ وہ دوسروں کی اترن کو اپنا رفیق بنانے تیار ہے لیکن ظالم و جابر شخص کی رفاقت اسے منظور نہیں۔"(۱۱)

کشور ناہید سماج کی سچائی سے پردہ اُٹھاتی ہیں کہ بیٹی غریب گھر میں پیدا ہو جائے تو وہ اپنی ساری جوانی والدین کے گھر میں ہی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے کیونکہ اس سماج میں پیسہ کام کرتا ہے۔ اس سماج میں شریف ذات کا کوئی ساتھ نہیں دیتا ہے۔ غریب والدین اپنی بیٹی کے ارمانوں کو دیکھ دیکھ کر خون کے آنسو روتے ہیں۔ والدین بیٹی کی جوانی کو رلتا دیکھ کر نیند کی گولی کھانے کے بعد بھی نہیں سو سکتے ہیں۔

"Back to Pavilion"

"مال و دولت نہ رکھنے والے ماں باپ کو

یہ حق حاصل نہیں ہے کہ

ان کے آنگن میں پریاں اُتریں

اور خوابوں کے دوپٹے کاڑھیں

کہ نیند کی گولیاں کھانے کے بعد

خواب کہاں آتے ہیں"(۱۲)

نجمہ رحمانی نے کشور ناہید کے اس پہلو کو یوں بیان کیا ہے:

"کشور ناہید نے بھی ایک ذہین فن کار کی طرح اس بات کو ملحوظ نظر رکھا۔ ان کے یہاں عورت کے مسائل صرف ان کے اپنے نہیں بلکہ پورے نسوانی سماج کے مسائل کی روداد ہیں۔ متوسط طبقے کے گھروں میں جھانک کر وہ نہ صرف حالات کا مشاہدہ کرتی ہیں بلکہ ان کی نگاہیں عورتوں کی شخصیت کے اندر جھانک کر ان کے کرب اور ان کی تنہائی و مجبوری کا بھی احاطہ کرتی ہیں۔"ج(۱۳)

کشور ناہید صنفی امتیاز کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ اس معاشرے میں عورت کو ہمیشہ مرد سے کمتر ہی سمجھا جاتا رہا ہے۔ عورت ابتدا سے ہی مرد کا ظلم سہتی آتی ہے۔ عورت کو مرد نے صرف اپنے لیے استعمال کیا ہے۔ مرد عورت کو ہر طرح سے اور حد درجے تک رسوا کرتا ہے۔ مرد عورت پر زیادتیاں کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ سماج پھر بھی مرد کو ہی درست قرار دیتا ہے۔ عورت اگر اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنا چاہتی ہے تو عورت کی زبان کاٹ دی جاتی ہے۔ "ہم گنہگار عورتیں" میں لکھتی ہیں۔

"یہ ہم گنہگار عورتیں ہیں

کہ جن کے جسموں کی فصل بیچیں جو لوگ

وہ سرفراز ٹھہریں

نیابت امتیاز ٹھہریں

وہ داورِ اہل ساز ٹھہریں

یہ ہم گنہگار عورتیں ہیں

کہ سچ کا پرچم اٹھا کے نکلیں

تو جھوٹ سے شاہراہیں اٹی ملے ہیں

ہر ایک دہلیز پہ سزاؤں کی داستانیں رکھی ملے ہیں

جو بول سکتی تھیں وہ زبانیں کٹی ملے ہیں"(۱۴)

کشور ناہید خانگی زندگی کے موضوع پر لکھتی ہیں کہ عورت بذات خود بزدل ہے جب عورت ازدواجی زندگی میں قدم رکھتی ہے تو وہ اپنے شوہر کا نام لینے سے شرماتی ہے۔ عورت مرد کے ساتھ اپنی ذات کو مضبوط تصور تو کرتی ہے لیکن اُس کو بھی مرد سے ہر طرح سے وفا چاہیے ہوتی ہے۔ عورت چاہتی ہے کہ مرد اُس کو دل سے تسلیم کرے اور اُس کے جذبات و احساسات کو دل سے محسوس کرے۔

"دی اشورنس"

"میں اتنی بزدل ہوں
کہ تمہارا نام نہیں لے سکتی
میں اتنی بہادر ہوں
کہ تمہارے تصوّر کو اپنے اندر آباد رکھتی ہوں
تمہارے وجود کو لفظوں میں تخلیق کرتی ہوں
اور ہنستی ہوں
مجھ سے ملو تو پہلے
میرے اُن لمحوں سے ملنا
کہ جن کی رفاقت نے
میرے آنسوؤں کو شبنمستان بنایا ہے
تم مجھے ملو، بے خوف ہو کر
کہ میں تمہیں بھی وہاں چھپا کر رکھوں گی
جہاں میں اپنے وعدے چھُپا کر رکھتی ہوں"(۱۵)

کشور ناہید مرد کی آزادی پر طنز کرتی ہیں کہ شریعت میں مرد کو حاکمیت دی گئی ہے۔ مرد عورت کے ساتھ رات میں جیسا مرضی سلوک کرتا ہے۔ مرد عورت کو اپنی جاگیر سمجھتا ہے۔ عورت کے سکون اور مرضی کی پروا نہیں کرتا ہے۔ اس کے بعد بھی مرد چار شادیاں کرنا چاہتا ہے۔ عورت مظلوم ہے عورت کو ہمیشہ سے ہی ثانوی حیثیت دی جاتی رہی ہے۔ عورت شریعت کے آگے اپنا سر تو خم کر لیتی ہے لیکن مرد شریعت کے مطابق عورت کو وہ مقام نہیں دے پاتا جس کی حقدار عورت ہوتی ہے۔ عورت سوکن کا نام سنتے ہی اندر سے ٹوٹ جاتی ہے۔

"شریعت کونسل۔ عورت تم سے مخاطب ہے"

"تم بیان دیتے ہو
دیتے ہی چلے جاتے ہو
تمہارے سب بیانوں میں لپٹا ہوا
عورت کا وجود ہوتا ہے
کھانستے ہوئے بھی تمہیں عورت دکھائی دیتی ہے
اور سوتے میں تم عورت کے ساتھ
وہ کچھ کر لیتے ہو
جس کے تمنائی ہوتے ہو
پھر صبح کو بیان تمہارے دماغ

میں چپکا ہوا ہوتا ہے
چار عورتوں کو منکوحہ بنانے کا خواب
دیکھتے دیکھتے
تمہاری داڑھی کے بال سفید ہو گئے ہیں
آنکھوں میں طلب کے ڈورے
سرمہ لگانے کے باوجود
سرخ نظر آتے ہیں
مگر عورتیں بھی ہوشیار ہو گئی ہیں
سوکن کا نام سنتے ہی
ان کے ہاتھ تلوار بن جاتے ہیں
تمہارا رستم زماں بننے کا خواب
ادھورا رہ جائے گا
تم بے شک عورت کے خلاف
بیان دیتے رہو!"(۱۶)

ڈاکٹر سلطانہ بخش لکھتی ہیں:

"کشور ناہید کی صورت میں ہماری شاعری میں پہلی مرتبہ باغی عورت کی آواز سنائی دی ہے۔ نسوانی پامالی، دکھ اور درد کے ساتھ کشور کے ہاں ایک تجربہ بنی۔ اس تجربے میں پامال ہستی نے سپردگی کا دامن چھوڑ کر مزاحمت اختیار کر لی۔"(۱۷)

کشور ناہید لکھتی ہیں کہ ہمارے سماج میں غیرت کے نام پر عورت کو قتل کرنا ایک عام سی بات ہو گئی ہے حالانکہ عورت بچپن سے ہی غیرت کی وجہ سے گھر کی چار دیواری میں ہی پروان چڑھتی ہے۔ یہ سماج خود کو خدا سمجھنے لگا ہے۔ کاروکاری کرنے والے اپنی ذات کو خدا سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ یہ سماج یہ دنیا خدا نے تخلیق کی ہے لیکن وہ یہ سب اپنی جاگیر سمجھ بیٹھے ہیں۔ کشور ناہید عورت پر کیے جانے والے ظلم کے خلاف احتجاج کرتی نظر آتی ہیں۔

"کاروکاری کا منظر نامہ"

"مرے گلے میں تو تعویز ہے وراثت کا
یہ اس میں لکھے ہوئے حرف تو خدا کے نہیں
خدا تو تو فرق نہیں کرتا ہے من و تو میں
یہ میرے دیس کو جاگیر جاننے والے
سمجھ رہے ہیں کہ بس ان کا حکم چلتا ہے
وہ اپنے پاؤں سے دنیا کو روند سکتے ہیں

وہ منصفوں کی بھی آنکھوں کو موند سکتے ہیں
مرے قلم کی گواہی مگر انا الحق ہے
میری ہتھیلی پہ فریاد کرتی آہیں ہیں
میں ان کی بات سنوں یا تمہیں کہوں بڑھ کے
تمھی ہی قتل کرو
تم ہی مدعی ٹھہرو"(۱۸)

کشور ناہید خانگی زندگی کے موضوع پر لکھتی ہیں کہ جب مرد اور عورت ساتھ میں رہتے ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا مسرت محسوس ہوتا ہے کیونکہ مرد و عورت ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ جب مرد کو عورت کی ضرورت ہوتی ہے تو مرد عورت سے سکون حاصل کر کے ایک طرف ہو جاتا ہے۔ عورت اس احساس کو محسوس کر کے زندگی کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ مرد اپنی تمام تر خواہشات عورت سے پوری کرتا ہے لیکن عورت مرد سے محبت چاہتی ہے۔

"مرغِ گرفتار"

جب تم میرے جسم پر ہاتھ پھیرتے ہو
مجھے لگتا ہے میرے بدن پر چھپکلی چل رہی ہے
جب تم مصنوعی زوجیت ادا کرنے کی کوشش کرتے ہو
میں غصے سے ہتھیلیاں بھینچ لیتی ہوں
جب تم اپنے نم سے رہا ہو کر
لمبی ٹھنڈی سانس لیتے ہو
میں بھی رہائی کی ٹھنڈی سانس بھر کر
کروٹ بدل کر سوتی بن جاتی ہوں
تم سگریٹ سلگا کر اور پانی کا ٹھنڈا گلاس
پی کر خوش ہوتے ہوئے لمبا سانس لیتے ہو
میں بھی خوش ہوتی ہوں
چھپکلی کی رینگتی انگلیاں
اب میرے بدن کو رہائی دے چکی ہیں
یہ تماشہ ہفتے میں ایک دفعہ تو ضرور ہوتا ہے!"(۱۹)

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"کشور ناہید کے لیے اس کی ذات ایک قوی تخلیقی محرک کی حیثیت رکھتی ہے، جس کے نتیجہ میں شاعری کے آئینہ میں اپنی تخلیقی شخصیت کی مشاگلی یوں کی کہ اپنے سراپا کو پاکستانی عورت کا سراپا بنا دینے کے ساتھ ساتھ انی شاعری کو آج کی آزادی طلب عورت،

اپنے وجود کا اثبات چاہنے والی عورت، اپنی شخصیت کا اظہار چاہنے والی عورت اور اپنی نسوانیت سے ہ شرمانے والی عورت کا منشور بھی بنادیا۔"(۲۰)

کشور ناہید نے اپنی نظموں میں عورت کے جذبات واحساسات کو بخوبی انداز میں پیش کیا ہے۔ کشور ناہید خود عورت ہیں اس لیے وہ عورت کی محرومی کو شدت سے محسوس کرتی ہیں۔ وہ اُس عورت پر احتجاج کرتی ہیں کہ جو اپنے حق کو استعمال نہیں کرتی ہے بلکہ سماج کے دباؤ میں آکر اپنے حقوق کو چھوڑ دیتی ہے۔ وہ سماج کو گہری نگاہ سے دیکھتی ہیں جو عورت کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے اُن کو عورت فرد منوانے پر زور دیتی ہیں۔

حوالہ جات

کشور ناہید، دشتِ قیس میں لیلیٰ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص۱۱۹۹

۲۔ ایضاً ، ص

۳۔ کشور ناہید، دریا کی تشنگی، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص۱۰۔۱۲

۴۔ عنبرین منیر، ڈاکٹر، جدید اردو نظم میں نفسیاتی عناصر، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۷ء، ص۵۶۰

۵۔ کشور ناہید، شیریں سخنی سے پرے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص۷۷

۶۔ احمد پراچہ، پاکستانی اردو ادب اور اہلِ قلم خواتین، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، س۔ن۔، ص۴۲

۷۔ کشور ناہید، دریا کی تشنگی، ص۵۸،۵۷

۸۔ کشور ناہید، دشتِ قیس میں لیلیٰ، ص۱۰۹۲،۱۰۹۱

۹۔ انیس ناگی، پاکستانی اردو ادب کی تاریخ، لاہور: جمالیات، ۲۰۰۴ء، ص۱۴۴

۱۰۔ کشور ناہید، دشتِ قیس میں لیلیٰ، ص۸۷۴،۸۷۷

۱۱۔ نسیم سلطانہ، سیدہ ڈاکٹر، خواتین کی اجتماعی شاعری، حیدر آباد: تنویر پبلشرز، ۲۰۱۸ء، ص۱۰۷،۱۰۸

۱۲۔ کشور ناہید، وحشت اور بارود میں لپٹی شاعری، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص۶۸،۶۷

۱۳۔ نجمہ رحمانی، آزادی کے بعد اردو شاعری، دہلی: بھارت آفسیٹ پریس، ۱۹۹۴ء، ص۸۰

۱۴۔ کشور ناہید، دشتِ قیس میں لیلیٰ، ص۹۷۲م۹۷۳

۱۵۔ ایضاً، ص۷۹۰،۷۸۹

۱۶۔ کشور ناہید، آباد خرابہ، ص۴۶،۴۵

۱۷۔ سلطانہ بخش، ڈاکٹر، پاکستانی اہلِ قلم خواتین ایک ادبی جائزہ، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص۹۱

۱۸۔ کشور ناہید، وحشت اور بارود میں لپٹی ہوئی شاعری، ص۴۶

۱۹۔ کشور ناہید، آباد خرابہ، ص۴۲

۲۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، پاکستانی شاعرات: تحقیقی خد وخال، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص۱۰